اقبال کی حکمتِ لا و اِلّا

تحریر: محمد سہیل قریشی

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، عربی میں 'لا' حرفِ نفی ہے، جس کا معنی ہے: ''نہیں'' اور 'اِلَّا' سے مراد ہے: اثبات، یعنی مکمل تصدیق۔ کلمۂ توحید دینِ اسلام میں داخل ہونے کے لئے اوّلین اور لازمی شرط ہے۔ اگر اس کے معانی پر غور فرمالیں تو 'لا' اور 'اِلَّا' کی حکمت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ...... ترجمہ: ''(کائنات میں) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں''۔ اس کلمۂ طیبہ میں سب سے پہلے 'لا' سے غیر اللہ کی مکمل اور دوٹوک نفی کر دی گئی، اس کے بعد 'اِلَّا' سے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے کا مکمل اثبات اور اقرار کرالیا گیا۔ آپ 'لا' اور 'اِلَّا' کے مطالب واضح طور پر سمجھ گئے ہوں گے۔ علامہ اقبال نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں ان دو الفاظ کو انہی معانی میں استعمال کیا ہے۔ 'لا' سے وہ قطعی اور کُلّی طور پر غیر اللہ کی نفی کرتے ہیں اور 'اِلَّا' سے وحدہ لا شریک لہٗ' کا مطلب اخذ کرتے ہیں۔ آئندہ اس موضوع کو خاطر خواہ سمجھنے کے لئے ان دو اصطلاحات کا مفہوم پیش رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں 'لا' و 'اِلَّا' لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معبودِ حقیقی ہونے پر ایمان کے لئے لازم آتا ہے کہ اوّلاً ہم پورے وثوق سے غیر اللہ کی نفی کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے معبودِ برحق ہونے کا اثبات۔ جب تک یہ دو عناصر ایک مسلمان میں جمع نہ ہو جائیں اس کا عقیدۂ توحید درجۂ کمال کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ بجلی کا بلب اُس وقت تک روشن نہیں ہو سکتا جب تک کہ منفی (-) اور مثبت (+) تاریں باہم یکجا نہ ہو جائیں۔ بالکل اسی طرح ایمان کامل کی شمع اُس وقت تک روشن نہیں ہوتی جب تک

'لا' (-) اور 'اِلاّ' (+) کا اتحادِ عمل میں نہ آ جائے!

ہر ایسی نفی جس کے بعد اثبات نہ ہو محض کفر و الحاد ہے اور اس میں ایمان کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ چنانچہ اپنے علم و مطالعہ، تحقیق، ''ترقی یافتہ'' تہذیب و تمدن اور حیران کن انفارمیشن ٹیکنالوجی کے باوجود مغرب میں لادینیت اور الحاد کا دَور دَورہ ہے۔ نظر کو خیرہ کرنے والی تہذیب حاضر انہیں اس مقام پر لے آئی ہے کہ جہاں وہ نفی (انکارِ وجودِ باری تعالیٰ) کے لئے تو نہایت دیدہ دلیر ہیں لیکن اثبات کی جانب ان کا ایک قدم نہیں اٹھتا! (واضح رہے کہ حرفِ 'لَا' کو علامہ اقبال نے انکارِ باری تعالیٰ کے مفہوم میں بھی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی ملحد قوم یا فرد کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں 'لَا' سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی ہستی سے انکار ہوتا ہے۔) اس ضمن میں یہ نکتہ بھی واضح کر دینا از حد ضروری ہے کہ جس طرح ''نفیٔ بے اثبات'' سے کفر لازم آتا ہے، بالکل اسی طرح ''اِثباتِ بے نفی'' بھی صریحاً گمراہی ہے۔ کوئی مسلمان اگر ''لَا الٰــــہَ'' نہ پڑھے اور صرف ''اِلا اللّٰہ'' کا ورد کرتا رہے تو یہ وردِ اسلام کے نزدیک ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ اس کفر و الحاد پر علامہ نے بھرپور اور نہایت عادلانہ تنقید کی ہے۔ فرماتے ہیں:

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے لَا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ اِلاّ (بالِ جبریل)

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ تہذیب حاضر میں 'لَا' (نفی) کا دَور دَورہ ہے اور اثباتِ وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کا کہیں وجود نہیں۔ یہ سراسر گمراہی ہے جو دیمک کی طرح شجرِ ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے اور بالآخر قوم کی اجتماعی موت کا سبب بنتی ہے:

لَا و اِلاّ سازِ برگِ اُمّتاں
نفیِ بے اِثبات مرگِ اُمّتاں

('لَا' اور 'اِلاّ' لازم و ملزوم ہیں اور اُمتوں کے لئے سرمایۂ حیات، لیکن جہاں نفی کے بعد اثبات نہ ہو وہاں امتوں کی موت یقینی ہے!)

اس بحث کے بعد یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ حکمتِ لَا و اِلاّ فرد اور

(باقی صفحہ 56 پر)